TQ-Lesson 197 Surah Namal Ayat 22-44 tafseer3

اللہ رب العزت فرماتے ہیں **وَإِنِّی مُرْسِلَةٌ** کہ وہ کہتی ہے اور بے شک میں **مُرْسِلَةٌ** میں بھیجنے والی ہوں یہ اسم فاعل ہے **مُرْسِل** ہوتا ہے مذکر کے لئے **مُرْسِلَةٌ** مؤنث کے لئے بھیجنے والی کیونکہ مؤنث تھی اور بے شک میں بھیجتی ہوں **إِلَيْهِم** اِن کی طرف کن کی طرف ؟ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف اور کیونکہ وہ بادشاہ تھے حاکم تھے تو عزت احترام کے لئے **اِلَيْهِمْ** ہے یا پھر جو بھی ان کے درباری تھے ان سب کی طرف کیا بھیجتی ہوں **بِهَدِيَّةٍ** ہدیہ یہ تحفہ کے لئے آتا ہے **بِهَدِيَّةٍ** میں ان کی طرف تحفہ بھیجتی ہوں **فَنَاظِرَةٌ** پھر میں دیکھتی ہوں پھر میں انتظار کرتی ہوں انتظار بھی اسی سے ہے نظر سے **فَنَاظِرَةٌ** مؤنث پھر میں انتظار کرتی ہوں پھر میں دیکھتی ہوں **بِمَ** کیا کس چیز کے ساتھ **يَرْجِعُ ٱلْمُرْسَلُونَ** لوٹتے ہیں ایلچی ، قاصد، سفیر مرسل کی جمع ہے مرسلون میرے بھیجے گئے وہ کیا لے کر لوٹتے ہیں اب آپ دیکھئے کہ یہ جو آیت نمبر 35 ہے اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ ملکہ جو تھی وہ بڑی عقلمند تھی بڑا دانش مندانہ اس نے فیصلہ کیا۔ آیت 34 میں کیا ہے کہ اس نے جنگ کا جو مشورہ تھا اس کو مسترد کیا اور کہا کہ یہ فیصلہ ٹھیک نہیں ہے کہ جنگ کی جائے آیت 35 سے کیا پتہ چل رہا ہے کہ اس نے درمیانی راستہ اختیار کیا کہ نہ تو وہ فوری طور پر مطیع ہو گئی نہ ہی وہ جنگ کرنا چاہ رہی ہے تو عقلمندی سے اس نے پھر فیصلہ کیا کیا ؟اس نے کہا کہ میں کچھ ہدیے کی صورت میں تحفہ تحائفہ دے کر بھیجتی ہوں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس اور پھر میں دیکھتی ہوں یہ جو ہے **فَنَاظِرَةٌ** کہ میں دیکھتی ہوں اس کا مطلب کیا ہے کہ پھر میں ان کا امتحان لیتی ہوں کہ ان کا ذوق کیا ہے ان کا شوق کیا ہے یا ان کو مطلوب کیا ہے ان کو مقصود کیا ہے وہ آخر چاہتے کیا ہیں تو یہاں پہ جو بات میرے اور آپ کے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ جو ملکہ ہے اس نے کچھ قاصدوں کو بھیجنے کا فیصلہ کیا اور بھیجنے کا مقصد کیا تھا کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا جو خط آیا تھا اس کا وہ نکتہ نظر سمجھنا چاہتی تھی وہ یہ پتہ کرنا چاہتی تھی کہ مقصد کیا ہے اور بعض مفسرین اس کے کیا معنی بتاتے ہیں کہ پھر میں دیکھتی ہوں اس کے کیا معنی ہیں ؟ کہ وہ یہ جاننا چاہتی تھی وہ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہدیے لے کر وہ خوش ہو جاتے ہیں کیونکہ ہدیہ بھیجنا کسی کو ایسے ہی ہوتا ہے جیسے کسی کو آپ نے رشوت بھیجی اگر کسی ملک کو کہا جائے کہ ہاں بھئی تم ہم پر حملہ نہ کرو اتنا ملک کا حصہ ہی لے لو تو وہ خاموش ہو جاتا ہے تو اب وہ یہ اندازہ کرنا چاہتی تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام دنیا دار بادشاہ ہیں یا پھر نبی مرسل ہیں ان کا مقصد اللہ کے دین کا غلبہ ہے اگر تو اللہ کے دین کا غلبہ ہوا تو پھر یہ ہدیہ قبول نہیں کریں گے اگر ان کا مقصد دنیا ہوئی تو پھر یہ ہدیہ قبول کریں گے اور اگر یہ ہدیہ قبول نہیں کریں گے تو اس کا مطلب ہے ان کی اطاعت کے بغیر چارہ نہیں ہے تو اس طرح سے ملکہ سبا کیا کرتی ہے **بِهَدِيَّةٍ** کہ وہ کہتی ہے کہ میں ہدیہ دے کر بھیجتی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ وہ کیا کرتے ہیں اچھا امام قرطبی رحمہ اللہ نے تفسیر قرطبی میں جو لکھا ہے اس میں ملکہ سبا بلقیس کی طرف سے جو قاصد اور تحفے بھیجے گئے ان کی تفصیلات پتہ چلتی ہیں اور تاریخی اسرائیلی روایات جن کو نقل کیا ہے امام قرطبی رحمہ اللہ نے وہ کیا بتاتے ہیں کہ اتنی بات پر سب روایات متفق ہیں کہ تحفے میں کچھ سونے کی اینٹیں تھیں کچھ جوہرات اور ایک سو غلام اور ایک سو کنیزیں تھیں مگر کنیزوں کو مردانہ لباس میں اور غلاموں کو زنانہ لباس میں بھیجا تھا اور ساتھ ہی بلقیس کا ایک خط تھا جس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتحان کے لئے کچھ سوالات بھی تھے تحفوں کے انتخاب میں بھی ان کا امتحان مطلوب تھا حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس کے تحفوں کی تفصیلات ان کے پہنچنے سے پہلے ہی بتلا دی تھیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے

جنات کو حکم دیا کہ دربار سے تقریباً تیس میل کی مسافت میں سونے چاندی کی اینٹوں کا فرش کر دیا جائے اور راستے میں دو طرفہ عجیب الخلقت جانوروں کو کھڑا کر دیا جائے جن کا(بول و براز) اس کے معنی آتے ہیں پیشاب اور پاخانہ وہ بھی سونے چاندی کے فرش پر ہو اسی طرح اپنے دربار کو خاص اہتمام سے مزین کیا دائیں بائیں چار چار ہزار سونے کی کرسیاں ایک طرف علماء کے لئے دوسری طرف وزراء کے لئے اور اعمال سلطنت کے لئے بچھائیں گئیں جوھرات سے پورا ہال مزین کیا گیا بلقیس کے قاصدوں نے جب سونے کی اینٹوں پر جانوروں کو کھڑا دیکھا تو اپنے تحفے سے شرما گئے بعض روایات میں ہے کہ اپنی سونے کی اینٹیں وہیں ڈال دیں پھر جوں جوں آگے بڑھتے گئے اور دو طرفہ انہوں نے **وُحُوش و طیُور** کی صفیں دیکھیں **وُحُوش** کے معنی کیا ہیں وحشی کی جمع ہے جانور پھر جنات کی صفیں دیکھیں تو بہت مرعوب ہو گئے مگر جب دربار تک پہنچے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے حاضر ہوئے تو آپ خندہ پیشانی سے پیش آئے ان کی مہمانی کا اکرام کیا مگر ان کے تحفے واپس کر دیے اور بلقیس کے سب سوالات کےجوابات دے دیے تو بہرحال مختصر بات کیا ہے جو پتہ چلتی ہے کہ ہدیے کی صورت میں بہت سا مال و دولت سونے چاندی کی اینٹیں اور کچھ چیزیں اور کچھ وفد کے خوبصورت آدمی انہوں نے بھیجے اور ان سب چیزوں کا مقصد کیا تھا وہ پتہ یہ کرنا چاہتی تھی کہ ان کو کیا مطلوب ہے یہ دنیا دار ہیں یا دین دار ہیں یہ اللہ والے ہیں یا بس یہ دنیا کی چیزیں چاہتے ہیں اور آپ کو پتہ ہی ہے کہ دراصل یہ تحفہ بھیجنے کا مقصد ایک طرح سے ذہنی رشوت بھی تھی مادی رشوت بھی تھی اور بعض اوقات دنیا میں بھی لوگ رشوت دیتے ہیں کبھی استاد کو رشوت دی جاتی ہے نمبر لگوانے کے لئے استاد سے تعلقات بنائے جاتے ہیں تاکہ ان کی نظروں میں منظور نظر بنا جائے کبھی کسی حاکم کو یا کسی فیکٹری کسی دفتر کے جو ذمہ دار ہیں اس کو رشوت دی جاتی ہے آموں کے موسم میں آموں کی پیٹیاں آ رہی ہیں اور سیبوں کا موسم ہے تو سیبوں کی ہیں کینوں کی پیٹیاں ہیں اور گندم ان کے گھر بھجوا دی ہے چیزیں بھیجی ہیں تو اس کا مقصد کیا ہوتا ہے کہ ذہنی طور پر یا عملی طور پر رشوت دی جائے اس کو اپنا کر لیا جائے تاکہ وہ عدل نہ کر سکے رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں اور رشوت نہیں دینی چاہئے تحفہ اس لئے نہیں دینا چاہئے کہ اس سے کچھ مقصد حاصل کرنا ہے تو یہ رشوت ہے یہ حرام ہے تو ویسے تحفہ دینا چاہئے کیوں تحفہ دینا چاہئے تاکہ آپس میں محبت پیدا ہو اور رسول اللہ ﷺ بھی اپنے صحابہ کو کثرت سے تحفے دیا کرتے تھے اور آپ کے صحابہ بھی آپس میں کثرت سے ایک دوسرے کو ہدیے اور تحفےدیتے رہتے تھے۔ **حدیث کا مفہوم** ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک دوسرے کو ہدیہ بھیجا کرو یعنی کیا ہے (**تَهَادُوا تَحَابُّوا**) کہ تم جب ہدیے دوگے تو آپس میں محبت پیدا ہوگی اور دلوں کی کدورتیں جاتی رہیں گی(یہ مشکوۃ کی روایت ہے) کیونکہ تحفے دینے سے دل جڑتے ہیں محبتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور تحفے جب بھی دیئے جائیں خلوص اور محبت کا اظہار کرنے کے لئے اور جو محبت ہے پہلے سے اس کو مزید بڑھانے کے لئے اور تحفے دیتے وقت اپنی حیثیت کو سامنے رکھنا چاہئے یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ میں جب بھی تحفے دوں تو قیمتی ہی تحفےدوں جو کچھ بھی میسر ہو وہ دے دینا چاہئے کیونکہ تحفے دیتے وقت اپنے اخلاص کا اور اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہئے تو ہدیے کی قیمت جو ہے وہ اس کا قیمتی ہونا نہیں ہے   اس کا اخلاص اور محبت ہے اب اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوستوں کو اچھے تحفے دینے ہی نہیں چاہیں اچھا اپنے لئے رکھ لیں نہیں اچھے تحفے بھی دینے چاہیں **مفہومِ حدیث۔** تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا اس وقت تک جب تک اپنے بھائی کے لئے وہ چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اپنے لئے اچھی اچھی چیزیں دوستوں کے لئے اچھی چیزیں نہ ہوں ایک طرف یہ ہے کہ ایمان کا تقاضا ہے کہ اپنے بھائیوں کے لئے وہ پسند کرو جو اپنے لئے کرتے

ہو دوسری طرف کیا ہے کہ اچھے کے انتظار میں یہ نہ ہو کہ آپ کہیں کہ آج دال پکائی ہے تو آج تو ہمسائی کو نہیں بھیجوں گی جب گوشت پکاؤں گی اور گوشت مہینہ نصیب نہ ہو اور ہمسائیوں میں بھیجا ہی نہ جائے تو بعض اوقات ہم خاص ڈش کا انتظار کرتے ہیں اور اپنے ہمسائیوں میں چیزیں نہیں بھیجتے **حدیث** کا مفہوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر مجھے تحفے میں کوئی بکری کا ایک پایہ بھی پیش کرے تو میں ضرور قبول کروں گا اگر کوئی دعوت میں ایک پایہ ہی کھلائے تو میں ضرور اس دعوت میں جاؤں گا (یہ ترمذی کی روایت ہے) **حدیث** کا مفہوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ہمسائی اپنی ہمسائی کے لئے تحفے کو حقیر نا سمجھے خواہ وہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو ایک موقع پر آپ نے کہا کہ شوربے میں پانی تھوڑا زیادہ کر دو اور اس کو اپنے ہمسائے میں بھیج دو۔ تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ ہمیں تحفوں کا لین دین کرنا چاہئے تحفے بھیجنے چاہئے اور رسول اللہ ﷺ کا پسندیدہ تحفہ خوشبو کا تحفہ تھا اور آج کے دور میں خوشبو بھی پسندیدہ تحفہ ہے، کتاب بھی بہترین تحفہ ہے ،علم کو سیکھا جائے علم کو عام کیا جائے جس کے ذریعے سے لوگوں میں دعوت کو عام کیا جائے اور ضرورت کے مطابق کوئی چیز بھی ہو سکتی ہے بعض اوقات ہمارے پاس دو چیزیں ہوتی ہیں ہمیں پتہ ہوتا ہے کہ ہمارے ساتھی کو یہ چیز مطلوب ہے یا آپ اس کے گھر گئیں یا اس کی باتوں سے اندازہ ہوا یا ویسے ہی تو آپ اپنی چیزوں میں سے وہ چیز اس کو دے سکتی ہیں محبت کا اظہار کرتے ہوئے تو اس میں شرمندہ نہیں ہونا چاہئے کہ میری چیز بڑی حقیر ہے اور بعض اوقات وہ حقیر چیز ہی اس کو مطلوب ہوتی ہے وہ آپ جس کو بہت حقیر سمجھ رہی ہوتی ہیں وہ چیز اس کو مطلوب ہوتی ہے تو اب یہ ملکہ بھی بڑی عقلمند تھی نہ تو اس نے جنگ کرنا چاہی نہ اس نے ہتھیار ڈالے بلکہ اس نے ایک درمیانی شکل نکالی اور درمیانی شکل یہ تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں ایک وفد کو تحفہ تحائف دے روانہ کیا اور مقصد کیا تھا؟ اب وہ جائزہ لینا چاہتی تھی **فَنَاظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ ٱلْمُرْسَلُونَ** کہ اب قاصد کیا پیغام دیتے ہیں

آیت نمبر 36۔ فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمَٰنَ قَالَ أَتُمِدُّونَنِ بِمَالٍ فَمَآ ءَاتَىٰنِۦَ ٱللَّهُ خَيْرٌ مِّمَّآ ءَاتَىٰكُم بَلْ أَنتُم بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ

ترجمہ۔ جب وہ (ملکہ کا سفیر) حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاں پہنچا تو اس نے کہا "کیا تم لوگ مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو؟ جو کچھ خدا نے مجھے دے رکھا ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہے جو تمہیں دیا ہے تمہارا ہدیہ تمہی کو مبارک رہے

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمَٰنَ قَالَ اب یہاں پہ **جَآءَ** اور **قَالَ** آیا ہے تو کیوں آیا ہے ایسا؟ **فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمَٰنَ جَآءُ** کیوں نہیں آیا؟ **جَآءَ** جو ہے ایک کو کہتے ہیں **جَآءُ** جو ہے وہ زیادہ ہوتے ہیں پیچھے آیا مرسلون کہ اس نے بہت سے اپنے قاصد روانہ کیے ہیں اور یہاں پہ آرہا ہے کہ پھر ہوا یہ کہ آیا حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ملکہ کا سفیر **قَالَ** پھر اس نے کہا تو **جَآءَ** کا صیغہ وفد کے لحاظ سے بھی آتا ہے ایک وفد تھا تو وفد کے لئے **جَآءَ** کا صیغہ آیا ہے اور **قَالَ** وفد نے کہا کیونکہ وفد سارا تو نہیں بولتا سب میں سے ایک کو نمائندہ بنا لیا جاتا ہے وہ بات کرتا ہے تو اب پورا وفد جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، ان کے پاس آیا **قَالَ** کہا اب یہ کون بولے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام۔ وفد آ چکا ہے جو انہوں نے کہنا تھا کہہ دیا جو دینا تھا دے دیا اس کی تفصیل یہاں بتائی نہیں گئی **قَالَ** حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا **أَتُمِدُّونَنِ بِمَالٍ** أَ کیا **أَتُمِدُّونَنِ** نون کے آخری نون کے بعد یا تھا کیا تم میری مدد کرنا چاہتے ہو کیا تم مجھے دھمکی دینا چاہتے ہو کس سے **بِمَالٍ** مال سے تو حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے

سامنے ایک سوال کرتے ہیں اور سوال کیا ہے کہ کیا تم مجھے مال کا لالچ دینا چاہتے ہو کیا تم مجھے مال کی رشوت دینا چاہتے ہو **فَمَآ ءَاتَىٰنِۦَ ٱللَّهُ خَيْرٌ مِّمَّآ ءَاتَىٰكُم** کہا کہ **فَمَا** پس جو کچھ **ءَاتَىٰنِۦَ ٱللَّهُ** اللہ نے دیا ہے مجھ کو **خَيْرٌ** زیادہ اچھا ہے **مِّمَّآ ءَاتَىٰكُم** جو تمہیں دیا ہے تو اب یہ جملہ کہنے کا حضرت سلیمان علیہ السلام کا مقصد کیا تھا؟ فخر اور تکبر کا اظہار کرنا نہیں تھا بلکہ اصل مطلب یہ تھا کہ تمہارا مال نہیں چاہئے تمہارا ایمان چاہئے کم سے کم جو چیزیں میں تم سے چاہتا ہوں وہ کیا ہیں کہ تم ایک صالح نظام کے تابع ہو جاؤ اگر تم ایک صالح نظام کے تابع نہیں ہو تو ان باتوں سے میں راضی ہونے والا نہیں ہوں یہ میرے لئے ممکن نہیں ہے کہ مال اور دولت کی رشوت لے کر تمہیں شرک کرنے پر چھوڑ دوں تم مشرک بن کر زندگی بسر کرو تو میرے رب نے جو کچھ مجھے دے رکھا ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہے کہ میں تمہارے مال کا لالچ کروں تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے تحفے لینے سے انکار کر دیا اور انکار کرنے کا مطلب کیا تھا کہ آپ کو مال اور دولت سے کوئی غرض نہیں اور مقصد کیا تھا کہ مال اور دولت کی رشوت آپ کو آپ کے ارادے سے باز نہیں رکھ سکتی اور آپ کا ارادہ کیا تھا **أَلَّا تَعْلُواْ عَلَىَّ وَأْتُونِى مُسْلِمِينَ** تو آپ کا کہنا یہ تھا کہ میں دولت لے کر کیا کروں گا میرے پاس تو پہلے ہی بہت دولت ہے **خَيْرٌ مِّمَّآ ءَاتَىٰكُم** اللہ نے مجھے جو دے رکھا ہے جو تمہیں دیا ہے اس کی نسبت وہ بہت زیادہ بہتر ہے تو یہاں پہ یہ کہنا **فَمَآ ءَاتَىٰنِۦَ ٱللَّهُ** اس کامطلب کیا ہے کہ ملکہ سبا کے پاس اور اس کی قوم کے پاس جو مال و جاہ تھا حکمت تھی اور جو ان کے پاس زرخیزی تھی جو باغات پھل دولت کی فراوانی تھی جو جو کچھ تھا ساری نعمتیں کہا کہ مجھے مال نہیں چاہئے میں مال کا محتاج نہیں ہوں بلکہ کیا ہے۔ **خَيْرٌ مِّمَّآ ءَاتَىٰكُم** وہ زیادہ اچھا ہے جو اللہ نے مجھ کو دیا ہے تو اس کا کیا مطلب ہے اصل مطلب یہ تھا کہ میرا مطالبہ آپ کی ملکہ سے اور آپ کی حکومت سے اطاعت کا ہے میرا مطالبہ دولت کا نہیں ہے (میری جنگ کا مقصد تیل پر قبضہ کرنا نہیں یعنی میرا تیل کہنا انہوں نے تیل نہیں کہا تھا بلکہ کیا تھا کہ) اُس زمانے کی جو بھی دولت تھی ذرخیزی پھل تجارت مال جو بھی تھا ان کے کہے کہ مقصد یہ نہیں ہے کہ مجھے وہ دولت چاہئے مال و متاع میرے پاس بہت ہے تم سے بھی زیادہ اچھا ہے اور میرا یہ مقصد بھی نہیں کہ تم نے تحفے بھیجے اور میں دوستی ہی بس چاہتا ہوں تم سے کیونکہ بعض اوقات دوستی لوگوں کا مقصد بن جاتا ہے اور وہ بھول جاتے ہیں کہ اصل مقصد کیا ہے کہ کلمہِ حق بلند کیا جا رہا ہے اور درمیان میں کسی نے کلمہِ حق کو روکنے کے لئے یا کلمہِ حق بلند کرنے والوں کو توڑنے کے لئے تحفے تحائف کی بھرمار کی تو پھر مسلمان اپنے اسلام سے ہی پھر گئے دوستی ہی ان کی راہ و رسم بن گئی وہ ہی ان کا مقصد بن گئی تو کہا کہ تمہاری نظروں میں ساری قدر ان چیزوں کی ہوگئ میری نظر میں اصل قیمت اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے ہے اور میرے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ میں تحفوں سے خوش ہو جاؤں اور شرک اور کفر کے اقتدار کو اللہ کی زمین پر جائز تسلیم کرلوں کہ وہ جائز ہے **بَلْ أَنتُم بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ** بلکہ تمہارا ہدیہ تمہی کو مبارک **تَفْرَحُونَ** تم اسی پر خوشیاں مناؤ **تَفْرَحُونَ** اس کے معنی کیا ہیں کہ بس تم اپنے تحفوں سے خود ہی خوش رہو مجھے تمہارے تحفے نہیں چاہئے خوش ہونا تو دور کی بات مجھے تو چاہئے ہی نہیں ہے کیونکہ اللہ نے مجھے جو کچھ دیا ہے وہ دنیا میں کسی اور کو نہیں دیا اور آپ دیکھیں کہ جو کچھ دیا ہے اس سے مراد صرف اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکومت تھوڑی دی تھی بلکہ نبوت بھی دی تھی ان کو علم سے بھی نوازا تھا اور ان کی حکومت تو ایسی حکومت تھی کہ کسی اور کے پاس تھی ہی نہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جیسی حکومت دی تھی ایسی حکومت کسی اور کو دی بھی نہیں تھی تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بہت نوازا تھا آپ کو یہ بھی پتہ ہے کہ وہ قاضی تھے انہوں نے شاہکار فیصلے کیے ہیں اور اس کے علاوہ اللہ نے ان کو حکم دیا علم دیا اور

پرندوں کی بولی سکھائی جنوں کو مسخر کیا اور ان کے لئے ہوائیں مسخر کر دیں تو لوگ انسانوں پہ حکومت کرتے ہیں انہوں نے جنوں پہ بھی حکومت کی ہواؤں پہ بھی انہوں نے لطیف چیزوں پہ بھی اور کثیف چیزوں پہ بھی ہر طرح کی چیزوں پر حکومت کی ہے تو وہ تحفہ لینے سے انکار کر دیتے ہیں اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ اگر یہ پتہ چل جائے کہ کوئی مجھے ذہنی رشوت دینا چاہتا ہے کوئی مجھے تحفے کے ذریعے زیر کرنا چاہتا ہے مطیع کرنا چاہتا ہے تو ایسے تحفے تحائف لینے سے انکار کر دینا چاہئے

آیت نمبر 37۔ ٱرْجِعْ إِلَيْهِمْ فَلَنَأْتِيَنَّهُم بِجُنُودٍ لَّا قِبَلَ لَهُم بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُم مِّنْهَآ أَذِلَّةً وَهُمْ صَٰغِرُونَ

ترجمہ۔ (اے سفیر) واپس جا اپنے بھیجنے والوں کی طرف ہم ان پر ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کا مقابلہ وہ نہ کر سکیں گے اور ہم انہیں ایسی ذلت کے ساتھ وہاں سے نکالیں گے کہ وہ خوار ہو کر رہ جائیں گے"

ٱرْجِعْ إِلَيْهِمْ کہا کہ تم لوٹ جاؤتم واپس جاؤ **إِلَيْهِمْ** ان کی طرف اے سفیر اے وفد لوگو تم واپس جاؤ کہاں **إِلَيْهِمْ** ان کی طرف جن لوگوں نے تمہیں بھیجا ہے ان کی طرف واپس جاؤ ملکہ سبا اور درباریوں کی طرف پھر وہ کہتے ہیں **فَلَنَأْتِيَنَّهُم** کہ ہم ضرور با ضرور وہ آئیں گے **بِجُنُودٍ لَّا قِبَلَ لَهُم بِهَا** ہم ان پر ایسے لشکر لے کر آئیں گے **لَّا قِبَلَ لَهُم بِهَا**اس کے معنی کیا ہیں **لَّا قِبَلَ** کہ وہ مقابلہ نہ کر سکیں گے **لَّا قِبَلَ لَهُم بِهَا** کہ جو ہم لشکر لے کر آئیں گے وہ ان کا مقابلہ بھی نہ کر سکیں گے یعنی ایسا نہیں ہوگا کہ ان کے پاس اتنی قوت اور اتنی اسلحہ اور اتنی طاقت ہو جتنی ہمارے پاس ہے اگر ہم آئیں اور ہم ضرور با ضرور آئیں گے **فَلَنَأْتِيَنَّهُم ن** نونِ تاکید ہے **ل** لامِ تاکید ہے کہ ہم ان کے مقابلے میں وہ لشکر لائیں گے **لَّا قِبَلَ لَهُم بِهَا کہ** جن کا مقابلہ کرنے کی ان میں طاقت ہی نہیں ہے ان کے سامنے نہیں آئیں گے مقابلہ کرنا آمنے سامنے ہونا **وَلَنُخْرِجَنَّهُم مِّنْهَآ** اور ہم ضرور با ضرور انہیں نکال باہر کریں گے **مِّنْهَآ** ان کی بستی سے، ان کے شہر سے جب ہم ان کو نکال باہر کریں گے ان کی حالت کیا ہوگی؟ **أَذِلَّةً** ذلیل ہوں گے **وَهُمْ صَٰغِرُونَ** اور یہ لوگ صغیر ہوں گے خوار ہو کر رہ جائیں گے یعنی ذلت کے ساتھ ان کو وہاں سے نکالیں گے اور یہ لوگ خوار ہو کر رہ جائیں گے آپ کو پتہ ہے نا کہ ایک چیز ہوتی ہے کبیر اور ایک ہوتی ہے صغیر،صغیر کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ چھوٹا ہو جانا بہت زیادہ۔ ایک ہوتا ہے کہ جثے میں کسی کا چھوٹا ہونا ایک ہوتا ہے کہ عزت میں کسی کا چھوٹا ہو جانا ذلیل ہو کر رہنا اسی طرح **أَذِلَّةً** اچھے معنی میں جب یہ آتا ہے تو نرمی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے کسی کے اندر نرمی ہو خاکساری پائی جاتی ہو اور دوسرا یہ ذلیل اور خوار کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے تو کہا کہ وہ لوگ ذلیل بھی ہوں گے اور اس کے ساتھ وہ لوگ خوار بھی ہوں گے سیدھی سی بات ہے کہ جب انہوں نے دین کو قبول ہی نہیں کیا تو نتیجہ کیا نکلے گا کہ اب وہ لوگ ذلیل و خوار ہو جائیں گے اچھا یہ جو آیت نمبر 37 ہے اس سے کیا پتہ چلتی ہے ؟اس سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایسے بادشاہ تھے جو ڈرنے والے نہیں تھے جیسے اسلام کو نافذ کیا جائے اور اسلام کی فطرت میں کیا ہے نافذ ہو جانا **اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا** باطل تو بھاگ جانے والا ہے **وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (**81۔ سورت بنی اسرائیل) تو اب وہ اگرسیدھے سادھے نہیں مانیں تو اب کیا ہے کہ بزور بازو دین کو نافذ کریں گے تو یہاں پہ **قِبَلَ** لفظ جو ہے قوت طاقت کے معنی میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جو اپنا لشکر بھیجیں گے تو اس کے پاس جو اسباب وسائل شجاعت اور جو تعداد اور قوت ہے وہ ان لوگوں کے

پاس تو ہو گی بھی نہیں اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تو پیغمبر تھے صرف بادشاہ ہی تو نہیں تھے تو پھر انہوں نے یہ کیوں کہا **وَلَنُخْرِجَنَّهُم مِّنْهَآ أَذِلَّةً وَهُمْ صَٰغِرُونَ** کہ ہم ان کو ذلت کے ساتھ وہاں سے نکالیں گے اور وہ لوگ خوار ہو کر رہ جائیں گے اس کا پھر کیا مطلب ہے ؟مفسرین یہ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میری فوجیں اس طرح سے ان کو ذلیل کر کے ملک سے نکالیں گی کہ وہ خود اپنی نظروں میں خوار ہو جائیں گے بعض اوقات ہوتا ہے کہ ایک قوم کو جب جنگ میں شکست ہوتی ہے اس کا حوصلہ باقی رہتا ہے ایک مطلب کیا ہے کہ میری فوجیں ان کے کس بل نکال دیں گی کہ پھر جنگ کا نام لینے کی ان میں طاقت ہی نہیں ہوگی اور دوسرے معنی اس کے کیا ہیں کہ ذلت و خواری سے مطلب کیا ہے یعنی ان کو ڈرانا مطلوب تھا ان پر ایک رعب ڈالنا مطلوب تھا یعنی پیغمبر ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگوں کو ذلیل و خوار کرے جنگ و قتال کا نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ لوگ مر بھی رہے ہیں اور قیدی بھی بن رہے ہیں تو یہاں پہ مفسرین کی ایک رائے تو یہی ہے کہ جنگ کے ذریعے بزور بازو اِن کو شکست دے دی جائے اور وہ لوگ ذلیل و خوار ہو کر رہ جائیں اور دوسرے معنی کیا ہیں کہ اللہ کا پیغمبر لوگوں کو خواہ مخواہ ذلیل و خوار نہیں کرتا بلکہ کیا ہے کہ ان کو ڈرانا مقصود تھا اور رسول اللہ ﷺ کا کیا طرز عمل رہا آپ کا اسوۂ حسنہ جنگوں کے موقع پر کیا تھا آپ نے مختلف خط لکھے لوگوں کو دعویٰ کے پھر جنگ شروع ہونے سے پہلے صحابہ کا بھی یہی طرز عمل تھا جنگ شروع ہونے سے پہلے پھر دعوت دی جاتی تھی کہ اسلام قبول کر لو اور اگر کوئی نہیں کرتا تھا پھر جنگ ہوتی تھی تو یہ ہے بات

آیت نمبر 38۔ قَالَ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمَلَؤُا۟ أَيُّكُمْ يَأْتِينِى بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَن يَأْتُونِى مُسْلِمِينَ

ترجمہ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا "اے اہل دربار، تم میں سے کون اس کا تخت میرے پاس لاتا ہے قبل اس کے کہ وہ لوگ مطیع ہو کر میرے پاس حاضر ہوں؟"

اب حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے درباریوں اے اہلِ دربار **أَيُّكُمْ** کون ہے تم میں سے **يَأْتِينِى** جو لے آئے میرے پاس **بِعَرْشِهَا** اس کا عرش **قَبْلَ أَن يَأْتُونِى** اس سے پہلے کہ وہ میرے پاس آئے **مُسْلِمِينَ** مطیع ہو کر اب آپ دیکھیں اب یہ کس تخت کا ذکر ہو رہا ہے؟ (ملکۂ سبا کا) ملکہ بلقیس اس کے تخت کا ذکر ہو رہا ہے یہ کون سا تخت تھا جس کے بارے میں ہد ہد نے بتایا تھا کہ اس کا تخت بڑا ہی عظیم ہے **وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ** تو اب حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اے اہلِ دربار تم میں سے کون اس کا تخت میرے پاس لاتا ہے **قَبْلَ أَن يَأْتُونِى مُسْلِمِينَ** قَبْلِ اس کے کہ وہ مُطیع ہو کر میرے پاس حاضر ہو جائیں تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کیا کیا کہ اپنے درباریوں سے کہا کہ اس کا عرش میرے پاس کون لے کر آئے گا اب آپ اگر آپ غور کریں تو اب درمیان کا پورا قصہ چھوڑ دیا گیا کہ وہ جو سفیر تھے وہ ملکہ سبا کے پاس واپس پہنچے انہوں نے کیا دیکھا کیا سنا کیا گفتگو ہوئی وہ ساری درمیان میں چھوڑ دی گئی اور اب کیا بات پتہ چلتی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے درباریوں سے کہتے ہیں کہ کون ہے جو اس کا تخت میرے پاس لے کر آئے تو اس کا یہاں پہ کوئی ذکر نہیں ہے اور بلکہ کیا ہے کہ اب تخت منگوا رہے ہیں تو اب دوسرا کوئی ذکر نہیں ہے جو اس کے سفیر واپس گئے تھے

آیت نمبر 39۔ قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ ٱلْجِنِّ أَنَا۠ ءَاتِيكَ بِهِۦ قَبْلَ أَن تَقُومَ مِن مَّقَامِكَ ۖ وَإِنِّى عَلَيْهِ لَقَوِىٌّ أَمِينٌ

ترجمہ۔ جنوں میں سے ایک قوی ہیکل نے عرض کیا "میں اسے حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں میں اس کی طاقت رکھتا ہوں اور امانتدار ہوں"

اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب یہ پوچھا تو جنوں میں سے ایک دیوہیکل جن نے کہا کہ میں اس کو لے کر آتا ہوں **قَبْلَ أَن تَقُومَ مِن مَّقَامِكَ** اس سے پہلے کہ تُو اپنے مقام سے اٹھے اس سے پہلے میں تخت آپ کے پاس لے کر حاضر کر دوں گا تو آپ کتنی دیر تک اپنی جگہ پر بیٹھے رہے؟ اس کے بارے میں مفسرین کیا کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جو تھے وہ مجلس لگایا کرتے تھے مقدمات کی سماعت کے لئے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی مجلس صبح سے لے کر نصف النہار تک ہوتی تھی تو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ زیادہ سے زیادہ تین چار گھنٹے اور آپ دیکھیں کہ بیت المقدس سے سبا کے پایۂ تخت مآرب کا فاصلہ یعنی فلسطین کا ایک علاقہ ہے دوسرا یمن کا علاقہ جو ان کا دارالحکومت تھا مآرب کا ان کا فاصلہ جو تھا اگر کوئی پرندہ اڑ کر جائے تو کم از کم دس ہزار میل کا فاصلہ تھا کیونکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ پندرہ سو میل کو اگر آپ دوگنا کریں تو کتنا ہوگا 3000میل ایک طرف جانا اور ایک طرف آنا اور اتنے فاصلے سے ایک ملکہ کا ایک عظیم و شان تخت اتنی کم مدت میں اٹھا کر لانا کوئی اتنا آسان تو نہیں تھا خواہ کوئی کتنا ہی موٹا تازہ کیوں نہ ہو کتنا ہی تیز رفتار کیوں ہو کوئی آسان تھوڑی تھا کہ جنگل میں رکھا ہے تو اٹھا کر لے آئیں ملکہ کا تخت ہے تو ملکہ کے دربار میں ہے تو آپ سوچیں کہ کتنی حفاظت کا انتظام ہوگا اتنا قیمتی تخت اتنا بڑا لمبا چوڑا کتنے پہرے دار متعین ہوں گے اور اگر ملکہ وہاں پہ موجود نہیں بھی ہے تو ایسی ہی تھوڑی ہے کہ غیرمحفوظ رکھا ہوا ہے کہ گئے اور جا کر اٹھا کر لے آئے ایسی بات نہیں تھی تو اب ایک عفریت نے جو جنوں میں سے ایک مضبوط ،ایک قوی ہیکل تھا اس نے کہا کہ بے شک میں اس کی طاقت رکھتا ہوں اور امانت دار ہوں تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ اس کے اندر دو صفات خاص طور پر پائی جاتی تھیں اور اس نے کہا کہ میں **لَقَوِىٌّ أَمِينٌ** کیا بات پتہ چلی کہ کسی کام کے کرنے کے لئے قوی اور امین ہونا بہت ضروری ہے **لَقَوِىٌّ** طاقت ہونی چاہئے اور **أَمِينٌ** امانت دار ہونا چاہئے اگر کوئی طاقتور نہ ہو جسمانی طور پر جو لوگ بیمار رہتے ہیں تو اللہ کی دین کا کام کیسے کریں گے۔ بعض اوقات اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں میں خوبصورت بنانے کا چکر اور لوگ کہیں کہ ہم چست ہیں اور کیسے لگ رہے ہیں تو بعض اوقات پھر عورتیں اپنے فرائض بھی پورا کرنے کے قابل نہیں رہتیں۔ عورتیں کیا مرد کیا جو لوگ بھی ہیں بچے کو دودھ پلانا ہے شوہر کا حق ادا کرنا ہے بچوں کی دیکھ بھال کرنی ہے گھر کے کام کاج ہیں ساری چیزیں تو نتیجہ کیا نکلتا ہے کہ انسان فرائض ادا نہیں کرتا تو قوی مضبوط جسم والا ہونا طاقت والا ہونا یہ ایک مومن کی اہم صفت ہے اور اس لئے رسول اللہ ﷺ نے بھی ایک موقع پر ایک بات کہی تھی **مفہوم حدیث** کہ ایک جو کمزور مومن ہے اس سے طاقتور مومن زیادہ اچھا ہے۔ تو دوسری بات **أَمِينٌ** امانت دار ہونا اب یہ نہیں ہے کہ وہ جو تخت ہے اس کو ادھر ادھر کہیں کر دیا جائے گا یا اس میں سے کوئی ہیرے جواہرات چرا لئے جائیں گے یا کچھ بھی اور کیا جائے گا **امین** امانت کی خوبی بڑی اہم ہے آپ کو پتہ ہے سورت یوسف میں بھی آپ نے یہ بات پڑھی تھی **قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ** (55- سورت یوسف) میں حفاظت کرنے والا اور باخبر ہوں تو وہاں پہ حفیظ کا لفظ آیا تھا حفاظت کرنے والا تو امین بھی کون ہوتا ہے امانت دار ہوتا ہے علیم اس کا وہاں مطلب

کیا تھا کہ ایک ایک چیز کا حساب رکھوں گا خرچ کرنا, جمع کرنا نکالنا رکھنا کمی بیشی نہیں کروں گا تو وہاں پہ بھی یہ صفات بتائی گئیں اور یہاں پہ وہ کہتا ہے کہ میں طاقتور بھی ہوں اور امانت دار بھی ہوں اور پھر جلدی کام کروں گا جلدی کی بات بھی بتاتا ہے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں گے نہیں اور میں کر دوں گا تو ہم لوگ کام کو کتنی جلدی کرتے ہیں بہت سے کام ہوتے ہیں وہ جلدی مطلوب ہوتے ہیں آپ کی ضرورت ہے دین کی ضرورت ہے اسلام کی ضرورت ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ کریں گے ابھی تو میں جوان ہوں اور ابھی میں تھوڑی اسلام کا کام کرسکتی ہوں اور کروں گے پھر بڑھاپا آجاتا ہے پھر کہتے ہیں میں تو بوڑھی ہوں میں کیا کروں اپنا کام ہی نہیں ہوتا دین کا کام کیسے کریں بچے چھوٹے ہوتے ہیں تو جی ابھی تو بچوں کے ہنسنے کھیلنے کے دن ہیں اصل بات کیا ہے کہ کہ نیکی کا حُسن یہ ہے کہ اس کو فوراً قبول کیا جائے ہر نیکی عمل کو آواز دیتی ہے جواب پائے تو ٹھہر جاتی ہے ورنہ چل دیتی ہے علم عمل کو آواز دیتا ہے جواب پائے تو ٹھہر جاتا ہے ورنہ چل دیتا ہے اور آپ دیکھیں کہ بولی لگ رہی تھی ایک اہم کام ہے اس کی جیسے بولی نہیں لگتی کی نہیں مجھے چاہئے اتنے میں نہیں تو اتنے میں دے دیں اس میں 100 کہے ہیں میں 200 دینے کو تیار ہوں اب ایک نے تو کہا کہ جلدی کروں گا آپ کے اٹھنے سے پہلے کروں گا دوسرا

آیت نمبر 40۔ قَالَ ٱلَّذِى عِندَهُۥ عِلْمٌ مِّنَ ٱلْكِتَٰبِ أَنَا۠ ءَاتِيكَ بِهِۦ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ ۚ فَلَمَّا رَءَاهُ مُسْتَقِرًّا عِندَهُۥ قَالَ هَٰذَا مِن فَضْلِ رَبِّى لِيَبْلُوَنِىٓ ءَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ ۖ وَمَن شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِۦ ۖ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّى غَنِىٌّ كَرِيمٌ

ترجمہ۔ جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا وہ بولا "میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے اسے لائے دیتا ہوں" جونہی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہ تخت اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا، وہ پکار اٹھے "یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کافر نعمت بن جاتا ہوں اور جو کوئی شکر کرتا ہے اس کا شکر اس کے اپنے ہی لئے مفید ہے، ورنہ کوئی ناشکری کرے تو میرا رب بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ بزرگ ہے"

قَالَ ٱلَّذِى عِندَهُۥ عِلْمٌ مِّنَ ٱلْكِتَٰبِ دوسرا بولا **ٱلَّذِى** وہ جس کے پاس **عِندَهُۥ** اس کے پاس تھا **ٱلَّذِى** وہ **عِندَهُۥ** جس کے پاس تھا **عِلْمٌ مِّنَ ٱلْكِتَٰبِ** کتاب میں سے علم اور کتاب بھی عام نہیں تھی الکتاب تھی جس کے پاس الکتاب کا علم تھا اور یہ کون سی کتاب تھی؟ یہ کون شخص تھا ؟جس نے یہ بات کہی اور اس نے کہا کیا؟ کیا بات کہی اس کا جواب ابھی دیکھتے ہیں اس نے کہا کہ **ءَاتِيكَ بِهِۦ** میں اس کو لاتا ہوں آپ کے پاس دیکھیں اگر صرف **ءَاتِى** ہوتا تو آتا ہوں اور **ءَاتِى** کے ساتھ "**ب**" آ گیا تو لاتا ہوں **ءَاتِيكَ بِهِۦ** میں لاتا ہوں اس کو **قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ** آپ سوچیں ذرا تصور تو کریں اس سے پہلے کہ **أَن يَرْتَدَّ** ، **يَرْتَدَّ** کے معنی کیا ہے لوٹنا اب آپ دیکھیں کہ پلک جو ہے وہ ہم جھپکتے ہیں تو اس کو کتنی دیر لگتی ہے تو اس نے کہا کہ **أَن يَرْتَدَّ** کہ اس سے پہلے کہ آپ پلک جھپکائیں آپ کی پلک جو ہے وہ واپس آئے **إِلَيْكَ** آپ کی طرف **طَرْفُكَ۔ اور طَرْفُكَ** کسے کہتے ہیں ایک طرف کو بھی کہتے ہیں اور یہ جو ہماری پلک ہے اس کا ایک طرف جو حرکت کرنا ہے اس کو بھی کہتے ہیں اس سے پہلے کہ تیری پلک جھپکے تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہتے ہیں مفسرین کہ اس شخص نے یہ جو کہا کہ **قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ** کہ اس سے پہلے کہ تیری پلک جھپکے تو اس کا ایک معنی تو یہ ہے کہ میں اتنی دیر میں واقعی لے کر آؤں گا جتنی دیر کہ پلک جھپکنے میں لگتی ہے کہ تیری پلک جھپکنے سے پہلے اسے میں لے آؤں گا دوسرے اسکے معنی یہ ہیں کہ یہ ایک استعارہ ہے کہ میں یہ کام جلدی کروں گا۔ اُس نے تو کہا تھا آپ کی جگہ

اٹھنے سے پہلے اِس نے کہا آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے تو گویا کہ اس کی نسبت یہ جلدی ہوگا اچھا اب یہ شخص تھا کون ؟ اس کے بارے میں ہمیں جو بات پتہ چلتی ہے قطعی طور پر تو کوئی معلومات نہیں ہے کہ یہ کون تھا اس کے پاس کس کتاب کا علم تھا ؟ اور یہ کتنی جلدی اس کو لے کر آیا؟ تو اس سلسلے میں کیا بات پھر سامنے آتی ہے جیسے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص **عاصف بن خریاء** تھا وہ کہتے ہیں کہ یہ بنی اسرائیل میں سے تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا وزیر تھا ایک رائے تو یہ ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ نہیں یہ کوئی فرشتہ تھا جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے بعض کسی اور کا نام لیتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ خود حضرت سلیمان علیہ السلام تھے اور پھر لوگ کہتے ہیں کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ تو کہہ رہے ہیں کہ کون لے کر آئے گا تو یہ تو بالکل صحیح بات نہیں ہے یعنی قرآن کے سیاق و سباق سے یہ بات مطابقت نہیں رکھتی تو اس کے بارے میں مفسرین کے مختلف قول ہیں کہ وہ شخص کون تھا تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کون تھا اب دوسری بات یہ کہ **عِلْمٌ مِّنَ ٱلْكِتَٰبِ** اس کے پاس الکتاب کا علم تھا تو **الکتاب** کا جو علم ہے اس سے کیا مراد ہے یعنی یہ کون سا علم تھا جس کے زور پر اس نے یہ دعویٰ کیا تھا پہلا جو جن تھا جو کہ جنوں میں سے عفریت تھا اس نے کس زور پر دعویٰ کیا تھا ؟ایک تو وہ **عِفْرِيتٌ مِّنَ ٱلْجِنِّ** جنوں میں سے بڑا دیوہیکل دوسرا **قویٌ** اور تیسرا **امینٌ** اُس کے دعویٰ کی یہ بنیادیں تھیں اور اِس نے جو دعویٰ کیا تھا وہ کس زور پر کیا تھا ؟ علم کے زور پر، تو اس کا کیا مطلب ہے ؟جسمانی قوت سے علم کی قوت زیادہ ہے کہ جن اپنے وجود کی طاقت سے اس تخت کو چند گھنٹوں میں لانے کا دعویٰ کر رہا تھا یہ شخص علم کی طاقت سے اس کو کہتا ہے کہ میں لمحہ بھر میں پلک جھپکنے میں لحظہ بھر میں میں اس کو اٹھا لاؤں گا اور پھر وہ اٹھا بھی لایا تو بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کے پاس کتابِ الٰہی کا علم تھا مفسرین کا قول کیا ہے کہ اس کے پاس علم تھا لوح محفوظ کا کوئی کہتا ہے کتابِ شریعت کا کوئی کہتا ہے اس کے پاس تورات کا زبور کا علم تھا بہرحال یہ جو بھی تھا اس کے پاس کتابِ الٰہی کا علم تھا اور اللہ تعالیٰ نے کرامت اور اعجاز کے طور پر اسے یہ قدرت دے دی تھی کہ وہ تخت کو لمحہ بھر میں اٹھا کر لے آئے کیونکہ وہ عالم انسان تھا اور اللہ تعالیٰ نے علم کی بنیاد پر اس کو یہ طاقت دے دی تھی اور آپ دیکھ لیجئے کہ جیسے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان کے پاس خاص کلمات اور اسماءِ الٰہی کا علم تھا جیسے مثلاً آپ دیکھیں کہ سورت البقرہ کی تفسیر میں آپ نے ہاروت اور ماروت کے بارے میں پڑھا اور وہ کیا کرتے تھے ان کے پاس یہ خاص علم تھا جس کی وجہ سے وہ جادو گری کرتے تھے وہ فرشتے تھے 2 اور وہ بابل میں گئے اور وہاں جا کر انہوں نے یہ کام کرنا شروع کیا اور انسان اس وجہ سے فتنے میں پڑ جاتا تھا تو بہرحال خاص اس کے پاس کوئی علم تھا وہ جو بھی علم تھا اللہ تعالیٰ ہی وہ بہتر جانتے ہیں وہ خاص ضرورت اور مصلحت کے تحت اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کیا تھا اور ایک بات سمجھ میں آتی ہے اور وہ کیا ہے کہ اس علم کی تاثیر اور تسخیر (ایک ہے تاثیر اثر اس کا بہت تھا تسخیر کا کیا ہے مسخر کرنے والا تھا) کہ جس کی وجہ سے شیاطین اور جن بھی وہ کام نہیں کر سکتے تھے جو یہ کر گیا. **أَنَا۠ ءَاتِيكَ بِهِۦ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ ۚ فَلَمَّا رَءَاهُ** جوں ہی حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو دیکھا **مُسْتَقِرًّا** اسم فاعل ہے کہ وہ پڑا ہوا ہے رکھا ہوا ہے **عِندَهُۥ** ان کے پاس **قَالَ هَٰذَا مِن فَضْلِ رَبِّى** تو پُکَار اُٹھے یہ میرے رب کا فضل ہے کیا پُکارا یہ صرف میرے رب کا فضل ہے اب آپ دیکھیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی شکر گزاری دیکھیں انہوں نے یہ نہیں کہا کہ یہ میرا کام ہے کہ میں نے یہ کام کر لیا ہے بلکہ کیا ہے نعمت کے ملنے پر شکر گزار ہیں فرمانبردار ہیں اور فورا پُکار اُٹھتے ہیں تو یہ میرے رب کا فضل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنا نوازا ہے اور کیوں مجھ پر اللہ نے فضل کیا **لِيَبْلُوَنِىٓ ءَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ ۖ** تاکہ وہ مجھے آزمائے تاکہ وہ میرا

امتحان لے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کافرِ نعمت بن جاتا ہوں میں توحید پرست بنتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں تو یہاں پر شکر جو ہے یہ شکر کے معنی میں ہے کہ میں اللہ کی نعمتیں لے کر اللہ کی نعمتیں پا کر کتنا اللہ کا اطاعت گزار بنتا ہوں یا پھر کفرانِ نعمت کرتا ہوں تو اب آپ دیکھ لیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا ہے اس شخص نے کہا ہے اور اسی وقت ان کو تخت اپنے سامنے پڑاہوا نظر آیا ہے اب آپ مجھے یہ بات بتائیں کہ 3000 میل سے ایک تخت شاہی پلک جھپکتے میں اگر پاس ہی آ گیا ہے فوراً یعنی زمانہ ہے دنیا ہے اور فاصلہ ہے سب مٹ گئے تو اس پر کوئی بڑائی کا اقرار نہیں ہے اظہار نہیں ہے وہ اللہ **"کن"** کہتا ہے تو **"فیکون"** ہو جاتا ہے وہ ادنیٰ سا اشارہ کرتا ہے تو کیا ہوتا ہے ایک رات میں اپنے بندے محمد ﷺ کو مکہ سے بیت المقدس لے بھی جاتا ہے اور واپس بھی لے آتا ہے اتنی دور کتنا زیادہ فاصلہ ہے اور حدیث میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں کہ جب آپ واپس آئے تو گھر کی دروازے کی جو کنڈی تھی وہ ہل رہی تھی تو اصل بات کیا ہے کہ ہم تصور بھی نہیں کر سکتے اب آپ دیکھیں کہ سورج کتنا بڑا ہے لاکھوں میل کا فاصلہ روشنی طے کرتی ہے ہم تک پہنچتی ہے تو بعض اوقات ہم تصور بھی نہیں کر سکتے آج کے دور میں آپ دیکھیں e-mail ہے ادھر آپ کرتی ہیں ادھر دوسرا بندہ کھولتا ہے اور اس کو مل جاتی ہے آپ فون پر بات کرتی ہیں آپ کر رہی ہیں دوسرا ہزاروں میل دور ہے دوسرے ملک میں اس کو آواز جاتی ہے ادھر واقعہ ہوتا ہے ادھر آپ دیکھ رہے ہوتے ہیں تو اصل بات کیا ہے یہ فون کمپنیوں کا کمال نہیں ہے کمپیوٹر پر ہم پیغامات کے ذریعے خط و کتابت کر رہے ہیں بات چیت کر رہے ہیں تو یہ کمپیوٹر بنانے والوں کا کمال نہیں ہے تو ہمارا کام کیا ہے اچھا کھانا پک جائے تو **هَٰذَا مِن فَضْلِ رَبِّي** ایک دفعہ امتحان دے کے آپ روڈ ٹیسٹ پاس کر لیں **هَٰذَا مِن فَضْلِ رَبِّي** آپ کے بچوں کی شادی جلدی ہو گئی آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہوئی **هَٰذَا مِن فَضْلِ رَبِّي** آپ کے بچے زیادہ پڑھ لکھ گئے آپ کو اس پر کوئی فخر نہیں کرنا چاہئے **هَٰذَا مِن فَضْلِ رَبِّي** اللہ آزماتا ہے کبھی دے کے کبھی لے کے کبھی عطا کر کے کبھی محروم کر کے یہ جملہ مجھے اور آپ کو زبانی یاد ہونا چاہئے **هَٰذَا مِن فَضْلِ رَبِّي** حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی آواز سنی اس وقت بھی آپ نے فوراً دعا مانگی ہے یہاں یہ تخت آپ کے سامنے آگیا ہے پھر آپ کیا کہتے ہیں اللہ کو بھولتے نہیں ہیں بڑا خوبصورت پیغام ہے جو مجھے اور آپ کو مل رہا ہے **هَٰذَا مِن فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ ۖ** تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کہ میں کفر کرنے والوں میں ہوں اور جو کوئی شکر کرے اس (اللہ)کا اپنے ہی لئے وہ شکر مفید ہے ورنہ کوئی نا شکری کرے تو میرا رب بےنیاز ہے اور اپنی ذات میں آپ بزرگ ہے اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ کسی شکر کا محتاج نہیں ہے کہ دنیا اللہ کا شکر ادا کرے اگر کوئی شکر ادا کرے تو اللہ کی خدائی میں ذرہ برابر اضافہ نہیں ہوتا اور اگر کوئی ناشکری کرے اور اگر کوئی احسان فراموش ہو جائے اور اگر کوئی نمک حرام ہو جائے اللہ کو مانے نہیں اللہ کا انکار کرے تو پھر اللہ کی خدائی میں بال برابر بھی کوئی کمی نہیں آتی تو بندوں کے ماننے یا نا ماننے سے اقرار یا انکار سے کوئی فرق نہیں پڑتا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ بات بھی آپ نے سنی تھی **وَقَالَ مُوسَىٰ إِن تَكْفُرُوا أَنتُمْ وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ** (8۔ سورت ابراھیم) اور اسی بات کو حضرت محمد ﷺ نے فرمایا **مفہوم حدیث** ہے (یہ صحیح مسلم کی روایت ہے)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو! اگر اول سے آخر تک تم سب انسان اور جن اپنے سب سے زیادہ متقی شخص کے دل جیسے ہوجاؤ تو اس سے میری بادشاہی میں کچھ اضافہ نہ ہوجائے گا اور اے میرے بندوں اگر اول سے آخر تک تم سب انسان اور جن اپنے سے زیادہ بدکار شخص کے دل کی طرح ہوجاؤ تو اس سے میری بادشاہت میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔ اور اے میرے بندوں! یہ تمہارے اپنے اعمال ہی ہیں جن کا میں تمہارے حساب میں شمار کرتا ہوں پھر تمہیں ان اعمال

کی پوری جزا دیتا ہوں لہٰذا جسے کوئی بھلائی نصیب ہو اسے چاہئے کہ اللہ کا شکر ادا کرے۔ اور جسے کچھ اور نصیب ہو تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے'' (مسلم) تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے حضرت سلیمان علیہ السلام اتنے بڑے حاکم اتنے بڑے قاضی اتنی زیادہ چیزوں پر حکومت کرنے والے لیکن وہ اللہ کے شکر گزار تھے وہ اللہ کے فرمانبردار تھے اور میں اور آپ تو **"میں"** ہی نہیں چھوڑتے کبھی سینے پہ ہاتھ رکھ کر کبھی کندھوں پہ ہاتھ رکھ کر کبھی لوگوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہتے ہیں کہ **"میں"** جس دن میری اور آپ کی **"میں"** ختم ہو جائے گی اس دن میں اور آپ اچھے مسلمان بن جائیں گے میں اور آپ کچھ بھی نہیں ہیں تو اصل کون ہے جو اللہ کے آگے اپنے آپ کو جھکا دیں